www.KitaboSunnat.com



کتاب وحکمت

درس : مولانا عبدالغفار حسن

# قرآن مجید کے حقوق اور سورۃ العصر کی تفسیر

﴿وَالْعَصْرِ، إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ، إِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾ (سورۃ العصر)

''زمانہ کی قسم! بلاشبہ انسان گھاٹے میں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے اور ایک دوسرے کو حق کی تلقین اور صبر کی تلقین کرتے ہیں۔''

سورۃ العصر اور اسی جیسی چھوٹی چھوٹی سورتیں عام طور پر نمازوں میں پڑھی جاتی ہیں۔ لیکن پڑھنے اور سننے والوں کو معلوم نہیں ہوتا کہ ان کا مطلب کیا ہے، ان کا ترجمہ کیا ہے اور ان کے ہم سے تقاضے کیا ہیں؟ حلال کیا ہے؟ حرام کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کو کیا کام پسند ہیں اور کیا ناپسند؟...... خاص سورۃ العصر ہی کیا پورا قرآن مجید ہم پڑھتے رہتے ہیں لیکن اسے سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔

## قرآن مجید کے حقوق

قرآنِ مجید کا پہلا حق یہ ہے کہ اسے ٹھہر ٹھہر کر اطمینان کے ساتھ پڑھا جائے۔ رمضان میں آپ جب تراویح میں قرآنِ مجید سنتے ہیں تو بہت سے حافظ اسے اس طرح پڑھتے ہیں کہ صرف آیت کے آخری الفاظ ہی سننے میں آتے ہیں اور کچھ خبر نہیں ہوتی کہ کیا پڑھا گیا۔ حالانکہ قرآنِ مجید میں ہے: ﴿وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيْلًا﴾ ''کہ آپ قرآن مجید کو ٹھہر ٹھہر کر، اطمینان کے ساتھ پڑھئے'' اور دوسری آیت میں فرمایا: ﴿وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا﴾

''ہم نے اس قرآن مجید کو اتارا کہ آپ اسے ٹھہر ٹھہر کر اطمینان سے پڑھیں۔'' (الاسراء:١٠٦)

(١) یہ قرآن کا پہلا حق ہے۔ اس کے ادب اور احترام کا تقاضا ہے کہ اسے انتہائی عاجزی اور انتہائی خشوع وخضوع کے ساتھ یہ سمجھ کر پڑھا جائے کہ یہ ربّ العلمین اور احکم الحاکمین کا کلام ہے۔ اس ہستی کا کلام ہے جس کے قبضہ میں آسمان و زمین ہیں اور جو ساری کائنات کا خالق و مالک ہے۔ اس کے کلام کو پڑھتے ہوئے آدمی کے جسم پر لرزہ اور کپکپی طاری ہوجانی چاہئے ، نہ کہ یہ کیفیت ہو کہ آدمی قرآنِ مجید پڑھے اور اسے معلوم ہی نہ ہو کہ کیا پڑھا ہے۔ پھر آپ نے یہ بھی دیکھا ہوگا کہ قاری حضرات خصوصاً مصری قاری جب قرآن مجید پڑھتے ہیں تو لوگ اس طرح داد دیتے ہیں اور بعض اوقات تالیاں بجاتے ہیں جیسے مشاعرہ ہو رہا ہو۔ حالانکہ قرآن مجید سننے کے بعد دل کانپ اُٹھنے چاہئیں، ڈر جانے چاہئیں جیسا

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کہ سورۃ انفال میں فرمایا: ﴿اَلَّذِيْنَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ﴾ (آیت۲)

''اور جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں، اور جب ان پر اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔''

لیکن جب آپ اسے سن کر داد دیں گے، تالیاں بجائیں گے، جس طرح شعراء کو داد دی جاتی ہے۔ جب آپ اسے مشاعرہ بنا دیں گے تو ظاہر ہے کہ یہ ایمان بڑھے گا کہاں، گھٹ جائے گا☆۔ تو قرآن مجید کا پہلا حق یہ ہوا کہ اسے اطمینان سے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا جائے۔ چاہے آپ اسے تراویح میں پڑھیں یا ویسے ہی تلاوت کریں، بہرحال جلد بازی سے پرہیز کیا جائے۔

(۲) قرآنِ مجید کا صرف پڑھ لینا ہی کافی نہیں بلکہ ہم پر اور تمام مسلمانوں پر اس کا دوسرا حق یہ ہے کہ اسے سمجھا جائے اور دیکھا جائے کہ اس کے ہم سے تقاضے کیا ہیں؟ وہ ہم سے کیا مطالبہ کرتا ہے؟ جیسا کہ فرمایا ﴿كِتٰبٌ أَنْزَلْنٰهُ إِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُوا الْأَلْبَابِ﴾ (سورۃ ص: ۲۹)

''ہم نے برکت والی کتاب اس لئے اُتاری ہے کہ اس سے عقل والے لوگ نصیحت حاصل کریں اور اس کی آیات میں تدبر اور غور وفکر کریں۔''

تاکہ انہیں معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سا کام پسندیدہ ہے اور کون سا ناپسندیدہ ہے، کیا چیز حلال ہے اور کیا حرام ہے؟ یہ ساری باتیں قرآن مجید سے معلوم ہوتی ہیں۔ انہیں معلوم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اسے سمجھ کر پڑھا جائے، اسی لئے ایک اور آیت میں فرمایا:

﴿أَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ أَقْفَالُهَا﴾ (سورۃ محمد: ۲۴)

''کیا وہ قرآن مجید میں غور نہیں کرتے؟ کیا ان کے دلوں پر قفل چڑھے ہوئے ہیں۔''

قرآن مجید بار بار اس بات پر زور دیتا ہے کہ اسے سمجھا جائے۔ قرآن مجید کو سمجھنے کے لئے عربی زبان کو سیکھا جائے ورنہ ترجمہ سے اس کو سمجھا جائے۔ بہرحال اس کا علم حاصل کرنا، اس کو سمجھنا اور سمجھانا یہ

---

☆ قرآن کریم کی تلاوت میں وقار اور سنجیدگی ملحوظ رہنی چاہئے، نہ صرف تلاوت کرنے والے کو بلکہ سننے والوں کو بھی۔ جہاں تک اس معاملہ کا تعلق ہے جو مصری محافل قراءت کی صورت میں ہمارے ہاں دَر آیا ہے کہ لوگ آیات کی تلاوت کے بعد 'اللہ'، 'اللہ' یا سبحان اللہ کے الفاظ سے داد دیتے ہیں تو سامعین کے لئے اونچی آواز سے اس امر کی شریعتِ مطہرہ سے گنجائش نہیں ملتی کیونکہ اکثر لوگ ترجمہ قرآن سے بھی جاہل ہوتے ہیں۔ عذاب یا تخویف والی آیات پر بھی پناہ مانگنے کی بجائے اللہ اللہ پکارنا شروع کر دیتے ہیں جس کا یہ کوئی محل نہیں۔

البتہ پسندیدہ امور کے جواب میں اللہ اکبر کہنے کی گنجائش اس طرح نکل سکتی ہے، کہ بعض آیاتِ رحمت یا عذاب کے جواب میں مناسب حال جملے کہے جائیں لیکن یہ سب وقار کی حدود میں رہتے ہوئے کسی شور کے بغیر ہی ہونا چاہئے اور اسے مستقل رواج بھی نہیں بنانا چاہئے کہ کہیں سنت ہی تصور نہ ہونے لگیں۔ واللہ اعلم ملاحظہ ہو تیسیر العلام شرح عمدۃ الاحکام ۱۳۶/۲، التکبیر فی العیدین اور مجموع فتاویٰ شیخ ابن باز: ۳۴۲/۹) (حسن مدنی)

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قرآن مجید کا ہم پر دوسرا حق ہے۔

(۳) جب قرآنِ مجید کو سمجھ لیا تو اس کا تیسرا حق ہم پر یہ ہے کہ اس پر عمل کیا جائے۔ ہمارے تمام فیصلے قرآن مجید کے مطابق ہوں اور قرآن مجید کی اس تفسیر کی روشنی میں ہوں جو رسول اکرم ﷺ نے کی ہے۔ اس لئے کہ حدیث وسنت قرآن مجید کی تفسیر ہے۔ رسول اکرم ﷺ پر قرآنِ مجید نازل ہوا تو جس طرح آپ ﷺ نے اس کا مطلب بیان فرمایا ہے اور اس کی جو تفسیر بیان فرمائی ہے یا آپؐ کے صحابہ نے آپؐ سے سن کر آگے بیان کیا ہے، وہی تفسیر درست اور قابل عمل ہے اور درحقیقت اسی کا اہتمام ہونا چاہئے، اسی کو جاننے اور اسی کے حصول کے لئے ہماری کوششیں وقف ہونی چاہئیں۔ سورۂ نساء میں فرمایا:

﴿اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰكَ اللّٰهُ﴾ (آیت:۱۰۵)

''بے شک ہم نے تیری طرف کتاب حق کے ساتھ اُتاری ہے (اس میں باطل کی کوئی آمیزش نہیں ہے۔ ساری کتاب حق ہی حق ہے) تاکہ آپ لوگوں کے درمیان ان احکام کی روشنی میں فیصلہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلائے ہیں۔''

سورۃ حم سجدہ میں فرمایا: ﴿لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ﴾ (آیت:۴۲) ''یہ اللہ کی کتاب ہے، اس کے نہ آگے سے باطل آسکتا ہے، نہ پیچھے سے، اس لئے کہ اس ہستی کی طرف سے نازل کی گئی ہے جو حکمت والی اور لائق ستائش ذات ہے۔'' جب یہ کتاب حق کے ساتھ اُتاری گئی ہے، اس میں حق ہی حق ہے، سچ اور صداقت ہیتو پھر ایک مسلمان کے لئے کیسے جائز ہوسکتا ہے کہ وہ اس کتاب کو پڑھے لیکن اس پر عمل نہ کرے؟ قرآنِ مجید جس چیز کو حلال ٹھہرائے، اسے حرام سمجھے اور جسے حرام قرار دے، اسے حلال ٹھہرائے۔ اس لئے قرآنِ مجید کا تیسرا حق ہم پر یہ ہے کہ اس پر عمل کیا جائے۔

پہلا حق تو یہ ہوا کہ انسان اسے ٹھہر ٹھہر کر اطمینان سے پڑھے۔ لیکن اس سے بھی پہلے ایمان بالقرآن ہے یعنی قرآن مجید پر ایمان لایا جائے۔ اس بات پر ایمان لایا جائے کہ یہ اللہ کی کتاب ہے اور بڑی عظمت والی ہے۔ زبان سے تو ایمان سب ہی لاتے ہیں۔ لیکن دل سے ایمان لانا بھیمطلوب ہے۔ تو قرآن کا ہم پر پہلا حق ہوا: اس پر دل سے ایمان لانا۔ دوسرا ٹھہر ٹھہر کر تلاوتِ قرآن، تیسرا حق ہے اس کو سمجھنا، اس پر تدبر کرنا اور چوتھا حق اس پر عمل کرنا اور اپنے تمام جھگڑوں اور نزاعات میں اس کو 'حَکَم' اور جج ماننا۔ قرآن حکیم کے ادب اور اس کے احترام کا یہ تقاضا ہے کہ جب آپ نے اس کو سمجھ لیا، اس پر عمل کرلیا تو یہ قرآن حکیم بہت بڑی نعمت ہے پھر اس نعمت کو دوسروں تک بھی پہنچایا جائے۔ فرمایا: ﴿وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾ (سورۃ نحل:۴۴) ''ہم نے آپ کی طرف ذکر کو نازل کیا (قرآن مجید کا ایک نام 'ذکر' بھی ہے) تاکہ آپ اسے دوسروں تک

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پہنچائیں، دوسروں کے سامنے کھول کھول کر بیان کریں جو ان کی طرف نازل کیا گیا ہے، اور تاکہ وہ غور وفکر کریں۔''

## قرآن کریم کے نزول کا اصل مقصد

لیکن افسوس کہ قرآن مجید سے روز بروز ہمارا تعلق کٹتا جارہا ہے۔ ہم قرآن مجید کے حقوق کو بھولتے جارہے ہیں۔ اب تو قرآن کے ساتھ ہمارا تعلق صرف اتنا رہ گیا ہے کہ اسے عدالتوں میں حلف اٹھانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، حلف چاہے سچا ہو یا جھوٹا۔ یا پھر چور پکڑنے کے لئے قرآنِ مجید کی آیات کو دیکھا جاتا ہے۔ کہیں سفر پر جارہے ہوں تو جانے رنہ جانے کے لئے اس سے فال نکالی جاتی ہے یا پھر اس سے تعویذ گنڈے کئے جاتے ہیں۔ نزلہ، زکام، کھانسی، بخار اور دوسرے ظاہری و باطنی امراض کے لئے تعویذ گنڈے دیئے جاتے ہیں جن کی باقاعدہ فیس مقرر ہے۔ پیروں فقیروں کا کاروبار خوب چل رہا ہے۔ کوئی تعویذ پانچ روپے کا ہے، کوئی دس کا، کوئی بیس کا۔ ہر چیز کی قیمتوں کے ساتھ تعویذوں کی قیمتیں بھی روز بروز بڑھتی جارہی ہیں۔

لوگوں نے قرآنِ مجید پر اس قسم کی کتابیں بھی لکھ ڈالی ہیں کہ اس کی فلاں آیت کی فلاں خاصیت ہے، اور فلاں کی فلاں!.....اس سے انکار تو نہیں کہ قرآن مجید سے ظاہری امراض کو بھی شفا نصیب ہوتی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنَ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (سورۃ بنی اسرائیل: ۸۲) ''ہم قرآن میں ایسی آیتیں اُتارتے ہیں جن میں شفا ہے'' لیکن شفا کس چیز کی؟ اصل شفا اس بات کی ہے کہ ہمارے دلوں کی جو بیماریاں اور روگ ہیں، وہ دور ہوں۔ اس لئے فرمایا: ﴿يٰأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (سورۃ یونس: ۵۷) ''اے لوگو! تمہارے پاس ربّ کی طرف سے نصیحت آ گئی اور اس میں شفا ہے، سینوں کی بیماریوں کا علاج ہے، اور یہ مؤمنوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔''

سینے میں دل ہوتا ہے، اس لئے دل میں جو کھوٹ اور غلط میلانات ہیں، غلط محبتیں، غلط نفرتیں، غلط خواہشات اور غلط عقیدے ہیں، ان کو مٹانے اور ان کی اصلاح کے لئے قرآن مجید کو نازل کیا گیا ہے۔ سینوں اور دلوں میں جو بیماریاں ہیں ان کے لئے قرآن 'شفا' ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ قرآن کریم پڑھنے سے نزلہ نہیں جائے گا، سر کا درد نہیں جائے گا، سر کا درد اور نزلہ بھی جاسکتا ہے لیکن کہنے کا مقصود یہ ہے کہ قرآن مجید کے نزول کا اصل مقصد یہ نہیں ہے۔

اس کی مثال یوں سمجھئے کہ 'ٹوپی' جو سر پر رکھنے کے لئے ہوتی ہے۔ لیکن اگر آپ بازار گئے اور آپ نے دیکھا کہ لیموں بک رہے ہیں، آپ نے لیموں خریدے۔ پاس کوئی تھیلا نہیں تھا، آپ نے وہ لیموں ٹوپی میں ڈال لئے۔ اب دیکھئے اس سے آپ کا کام تو چل گیا لیکن ظاہر ہے کہ ٹوپی سر پر رکھنے کے لئے

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بنائی گئی ہے، لیموں رکھنے کے لئے تو نہیں۔

یا 'توپ' کی مثال لیجئے اس کے بنانے کا مقصد تو یہ ہے کہ اس کے استعمال سے دشمن کو ختم کیا جائے۔ آپ اگر اس سے مچھر اور مکھی مارنا چاہیں گے تو وہ مرتو جائیں گے، لیکن ظاہر ہے کہ توپ مچھر اور مکھی مارنے کے لئے تو نہیں بنائی گئی۔ اس کا مقصد تو یہ ہے کہ ایک مسلمان مجاہد اسے اسلام کے دشمنوں کے خلاف استعمال کرے۔

اسی طرح قرآن حکیم تعویذ گنڈوں کے لئے نازل نہیں کیا گیا۔ جاہلوں میں یہ چیز عام ہے۔ پھر جہاں تعویذ گنڈے ہوتے ہیں وہاں عورتوں کا زیادہ ہجوم ہوتا ہے۔ کسی کو بچے کی طلب ہے، کسی کا کوئی اور مقصد ہے۔ ایک عورت جاتی ہے اور پیر صاحب سے کہتی ہے کہ مجھے ایسا تعویذ دو کہ میری بہو ٹھیک ہوجائے، اور میری تابع ہوجائے۔ دوسری جاتی ہے اور کہتی ہے کہ اس کو ایسا تعویذ دیا جائے کہ اس کا شوہر اپنی ماں سے متنفر ہوکر اس کا غلام بن جائے۔ ایسے اُلٹے سیدھے تعویذ بھی قرآن سے بنا لئے جاتے ہیں۔

بعض پیر نقوش بنا کر دیتے ہیں جیسے نقش سلیمانی۔ اس طرح قرآن مجید کی آیات کو ایک کھیل بنا لیا گیا ہے۔ کوئی بیمار ہو، سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کردو، اللہ شفا دینے والا ہے، اس سے انکار نہیں ہے لیکن اس کو سمجھو تو سہی۔ اس کے علاوہ قرآن مجید ایصالِ ثواب کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے، جس کا عام رواج ہے۔ مردوں کو ثواب پہنچانے کے لئے پڑھا جاتا ہے، خواہ اس نے پوری عمر قرآن نہ پڑھا ہو اور کھول کر بھی دیکھنے کی توفیق نہ ہوئی ہو، مگر مرنے کے بعد اس کے لئے قرآن خوانی ضرور ہوگی۔

میں کہتا ہوں کہ قرآن خوانی کے ساتھ قرآن دانی بھی ضروری ہے۔ اب قرآن خوانی تو ہوتی ہے، قرآن دانی نہیں ہوتی۔ ابھی ہمارے ایک عزیز کا انتقال ہوا، وہاں پر ہم گئے۔ ایک صاحب نے کہا کہ مرحوم کے لئے گیارہ قرآن ختم کئے گئے۔ میں نے کہا کہ گیارہ قرآن تو ختم کر لئے مگر قرآن میں اُترا ہے: ﴿اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ﴾ تو اس پر بھی عمل ہوا کہ نہیں؟ تو معلوم ہوا کہ قرآنِ مجید ختم کرنے والے ۱۰۰/۱ افراد میں سے بمشکل گیارہ آدمی نماز پڑھنے والے ہوں گے۔ تو یہ قرآن مجید بس مردوں کو ثواب پہنچانے کے لئے رہ گیا ہے، زندوں کا اس سے کوئی واسطہ نہیں۔ موت والے دن، 'سوئم' میں، دسویں اور چالیسویں میں اسے پڑھ دو، برسی کے موقع پر اسے پڑھ دو اور بس معاملہ ختم۔ حالانکہ قرآنِ مجید کے نزول کا مقصد تو یہ تھا کہ اس کو سمجھ کر پڑھا جائے، اس کی تعلیمات پر عمل کیا جائے، زندہ چلتے پھرتے انسانوں کے مردہ دلوں کو زندہ کیا جائے۔ ان کے اخلاق، عقیدے اور عمل کی اصلاح کی جائے، افسوس کہ اس مقصد کو فراموش کردیا گیا ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ نیا گھر بنایا جائے یا نئی دکان کھول لی جائے تو اس میں برکت کے لئے قرآن خوانی ہوتی ہے۔ لیکن دکان میں کاروبار کس طرح کا ہوگا، اس سے کسی کو کوئی غرض نہیں۔ بعض لوگ تو غضب کرتے ہیں۔ ایک صاحب نے شراب خانہ کھولا تو اس کے افتتاح کے موقع پر قرآنِ مجید کی تلاوت

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کرادی حالانکہ وہاں تو یہ آیت صادق آتی ہے:

﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ (سورۃ المائدہ:۹۰)

''اے ایمان والو! یہ شراب اور جوا، یہ آستانے اور پانسے سب گندے شیطانی کام ہیں لہٰذا ان سے بچتے رہو تاکہ تم فلاح پاسکو۔''

اسی طرح رمضان المبارک، عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے مبارک ایام سے فحش فلموں کا سینماؤں میں افتتاح کرنا بھی ہمارے ہاں روزمرہ کا معمول ہے۔ لوگوں نے قرآنِ مجید کا مذاق بنا رکھا ہے۔ یہاں پر اگر قوالی، کوئی مشاعرہ یا فلم ہوتی تو آپ دیکھتے کہ لوگوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگ جاتے، لیکن قرآنِ مجید کا بیان ہو، رسول اکرم ﷺ کی حدیث وسنت یا آپؐ کی سیرت کا بیان ہو تو بس دو چار اللہ کے بندے آجاتے ہیں۔ یہ ہمارا حال ہے۔ اسی لئے قرآن مجید میں آتا ہے کہ قیامت کے دن حضور اکرم ﷺ اپنی اُمت کے بارے میں یوں شکوہ کریں گے: ﴿وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا﴾ (سورۃ الفرقان:۳۰) ''رسول کہے گا: اے میرے پروردگار! میری قوم نے قرآن کو چھوڑ دیا تھا (اِس پر عمل کرنا ترک کردیا تھا)۔''

اب تو حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ لوگ بچوں کو ناظرۂ قرآن بھی نہیں پڑھاتے، حفظ کرانا تو بڑی بات ہے۔ لوگ سوچتے ہیں کون حفظ کرائے، حفظ کرانے میں چار سال لگیں گے۔ چار سال میں تو بچہ کہاں سے کہاں پہنچ جائے گا۔ میٹرک کرنے میں سولہ سال لگتے ہیں (یعنی سولہ سال کی عمر میں بچہ میٹرک پاس کرلیتا ہے) حفظ کرائیں گے تو کہیں بیس سال میں جا کر کرے گا۔ کچھ لوگوں نے تحقیق کی کہ کالجوں میں اخلاق وکردار کے لحاظ سے کون سے لڑکے اچھے ہوتے ہیں تو سروے کے بعد معلوم ہوا کہ جن لڑکوں نے بچپن میں قرآنِ مجید ناظرہ پڑھا تھا، کالج میں بھی وہ اخلاق وکردار کے لحاظ سے ممتاز تھے۔ یہ قرآن مجید کی برکت ہے۔ اگر سمجھ کر پڑھا جائے تو یہ بڑی بات ہے۔ لیکن اگر ناظرہ ہی پڑھ لیا جائے تو اس میں بھی برکت ہوتی ہے، اور انسان کا اپنے ربّ کے ساتھ کچھ نہ کچھ تعلق ہوجاتا ہے۔

یہ معاملہ اب گھٹتا جاتا ہے۔ پہلے بچے نہ صرف ناظرہ پڑھتے تھے، بلکہ حفظ کرتے تھے، انہیں اس کا شوق ہوتا تھا۔ اب وہ زمانہ لد گیا۔ اب نہ حفظ کا وہ چرچا ہے، نہ پہلے جیسے قرآن مجید پڑھنے والے ہیں۔ پہلے عورتیں تک قرآنِ مجید حفظ کرتی تھیں، وہ حافظہ ہوتی تھیں، ان میں باہم ایک دوسرے سے مقابلہ ہوتا تھا۔ اب مقابلہ اس کا نہیں ہوتا کہ اللہ کے دین کا کتنا علم حاصل کیا، قرآن کتنا پڑھا۔ اب مقابلہ کھیلوں کا ہوتا ہے۔ قرآن مجید کے ساتھ ہمارا یہ سلوک نہایت افسوسناک ہے!!

بعض لوگوں میں حفظِ قرآن بھی رواج اور فیشن کے طور پر چل نکلا ہے۔ حفظِ قرآن ایک قابل تعریف امر ہے لیکن حافظِ قرآن کا صرف حفظ پر اکتفا کرلینا اور قرآن کریم کے ترجمے اور دینی تعلیم وتربیت

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کے حصول سے صرفِ نظر کرنے کا رویہ مناسب نہیں۔ ایسا حفظ جس پر نہ عمل کیا جائے اور نہ اس کو یاد رکھا جائے اور اس کے تقاضے پورے نہ کئے جائیں، روزِ قیامت وبالِ جاں ہوگا، اللہ تعالیٰ بچائے۔ حفظ قرآن دراصل ایک سیڑھی ہے جو اگر دینی تعلیم اور دینداری کی طرف لے جائے تو کیا کہنے، وگرنہ آج بعض حافظ قرآن فلموں میں اداکاری کرتے یا برے پیشے اپناتے بھی مل جائیں گے۔ ایسے حفظ قرآن کا کوئی فائدہ نہیں جو حافظ کو اسلام سے غافل کردے۔

## تفسیر سورۃ العصر

قرآنِ مجید کے ساتھ ہمارا تعلق کیسے قائم ہو اور اس کو کس طرح ہم سمجھیں؟ اس سلسلہ میں، میں نے ابتداء میں سورۃ العصر پڑھی تھی جو نمازوں میں اکثر پڑھی جاتی ہے۔ دو سطروں میں لکھی جانے والی یہ سورت اتنی جامع ہے کہ گویا سمندر کوزے میں بند کردیا گیا ہے۔ الفاظ تھوڑے ہیں لیکن معانی ومطالب بہت وسیع ہیں۔ فرمایا: ﴿وَالْعَصْرِ﴾ ''قسم ہے زمانہ کی''۔ اللہ تعالیٰ نے زمانہ کو بطور گواہ کے پیش کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جب کوئی قسم بیان فرماتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اسے گواہ بناتے ہیں۔ یعنی بعد میں جس بات کو بیان کرنا ہوتا ہے، اس کے لئے پہلے اپنی مخلوق میں سے کسی کو گواہ بنا لیتے ہیں، یعنی جو بات آگے بیان کی جارہی ہے، جو دعویٰ پیش کیا جارہا ہے۔ اس دعویٰ کی سچائی اور صداقت پر زمانہ گواہ ہے۔ شروع سے لے کر اب تک کی تاریخ گواہ ہے، قوموں کی تاریخ پڑھ جایئے تو معلوم ہوگا کہ تمام انسان گھاٹے میں ہیں مگر وہ جنہوں نے چار اصول اپنا لئے، جنہوں نے چار باتوں پر عمل کیا، وہ گھاٹے سے پاک ہوگئے۔ یہ گویا قرآن مجید کا دعویٰ ہے۔

عَصر کے معنی عربی زبان میں 'نچوڑنے' کے آتے ہیں۔ جیسا کہ سورۃ یوسف میں فرمایا: ﴿إِنِّي أَرَانِي أَعْصِرُ خَمْرًا﴾ (آیت:۳۶) ''میں دیکھ رہا ہوں کہ میں شراب نچوڑ رہا ہوں۔'' ع ص ر (عصر) اس کا معنی نچوڑنا ہوا۔ زمانہ کو عصر (نچوڑنا) سے تعبیر اس لئے کیا گیا ہے کہ جیسے عرق آپ نے نچوڑ لیا تو وہ واپس نہیں جاسکتا۔ اگر آپ لیموں کا عرق نچوڑ کر چاہیں کہ عرق پھر واپس لیموں میں چلا جائے تو یہ ناممکن ہے۔ سائنس نے اتنی ترقی کرلی ہے لیکن اب تک کوئی ایسی مشین ایجاد نہیں ہوئی جو گنے سے نکلے ہوئے رس کو واپس گنے میں ڈال دے اور گنا پھر تازہ ہوجائے۔ گنے کا رس گنے میں واپس نہیں جاسکتا، لیموں کا عرق دوبارہ لیموں میں واپس نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح زمانہ ہے کہ جو گذر گیا واپس نہیں آسکتا۔

زمانہ کو عصر اسی لئے کہتے ہیں کہ زمانہ گویا نچوڑا ہوا رَس ہے جو واپس نہیں آسکتا۔ اسی طرح بوڑھے آدمی کی جوانی واپس نہیں آسکتی۔ جو جوان ہیں، ان کا بچپن واپس نہیں آسکتا۔ جو گزر گیا، سو

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



گزر گیا۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

لیت الشباب یعود یومًا فاخبرہ بما فعل المشیب

''کاش! جوانی لوٹ آتی تو میں اسے بتاتا کہ بڑھاپے نے مجھ پر کیا ستم ڈھائے ہیں.....''

جھریاں پڑ گئی ہیں، دانت ٹوٹ گئے ہیں، معدہ خراب ہوگیا ہے، کھانا ہضم نہیں ہوتا، بری حالت ہوگئی ہے، مگر جوانی تو واپس نہیں آ سکتی، وہ کیسے واپس آئے گی۔ تو معلوم ہوا کہ گیا بچپن واپس نہیں آ سکتا، گئی جوانی واپس نہیں آ سکتی، ادھیڑ پن کی گئی عمر واپس نہیں آ سکتی، اسی طرح بڑھاپا آ گیا تو واپس نہیں جاتا۔

بڑھاپے کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک بڑھاپا تو وہ ہے جب انسان چل پھر سکتا ہے اور دوسرا بڑھاپا وہ ہے جب وہ صاحبِ فراش ہوجاتا ہے کہ بس پلنگ پر پڑا ہوا ہے، خدا اس سے بچائے!۔ حقیقت میں بڑھاپا بھی اللہ کی طرف سے آزمائش ہے۔ تو فرمایا ﴿وَالْعَصْرِ﴾ ''قسم ہے زمانہ کی!'' اِنَّ کا معنی ہے بے شک، جو تحقیق کے معنی میں آتا ہے۔ ﴿الانسان﴾ ال کے معنی یہاں 'تمام' کے ہیں۔ عربی میں 'ال' کی ایک صورت، انگریزی کے لفظ The سے ملتی جلتی ہے جو 'خاص' (معرفہ بنانا) کا معنی دیتی ہے اور عربی 'ال' کی ایک اور صورت انگریزی کے All کے معنی میں آتی ہے جس کے معنی 'تمام' (استغراق) کے ہوتے ہیں۔ اس جگہ دوسرا 'ال' (استغراقیہ) مراد ہے۔

زمانہ گواہ ہے کہ بے شک تمام انسان گھاٹے میں ہیں، خسارے میں ہیں: ﴿اِلَّا الَّذِیْنَ آمَنُوْا﴾ مگر جو لوگ ایمان لے آئے۔ 'ایمان' کے معنی یقین کے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان، اس کے رسولوں پر ایمان، بالخصوص رسول اکرم ﷺ پر ایمان، آپؐ کی رسالت پر ایمان، آپؐ کی نبوت پر ایمان، آپؐ کے خاتم النّبیینؐ ہونے پر ایمان، جو کچھ بھی آپؐ لائے ہیں اور جو کچھ بھی آپؐ نے فرمایا ہے اس پر ایمان، آپؐ کے سچے ہونے پر ایمان، آپؐ کے امانتدار ہونے پر ایمان، آپؐ کے حیادار ہونے پر ایمان۔ غرضیکہ جتنے بھی اچھے اخلاق ہوسکتے ہیں، اس بات پر ایمان لانا کہ ان سب سے آپؐ متصف تھے۔

ایمان تین ہیں: اوّل اللہ تعالیٰ پر ایمان، دوم رسولِ اکرم ﷺ کی جو صفات قرآن مجید اور جو حدیث میں بیان ہوئی ہیں، ان پر ایمان، سوم آخرت پر ایمان۔ یہ تینوں ایمانیات بنیادی ہیں۔ اسی لئے آپ مکی سورتوں میں دیکھیں گے کہ ایمان کے ضمن میں عقیدۂ توحید اور آخرت کا اکثر تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ جب تک یہ پختہ نہ ہوں، ان کے مطابق دل و دماغ کی اصلاح نہ ہو، اس وقت تک صحیح معنوں میں اچھا عمل ہو نہیں سکتا کیونکہ عمل کی بنیاد بھی ایمان ہے۔ اس کی مثال بالکل ایسے ہے جیسے ایک انگارہ سامنے رکھا ہوا ہے۔ آپ کو یقین ہے کہ آگ جلاتی ہے، انگارے کو ہاتھ لگائیں گے تو ہاتھ جل جائے گا جھلس جائے گا۔ اس لئے آپ اس کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاتے، لیکن ایک چھوٹا سا معصوم بچہ ہے، اسے پتہ نہیں یہ انگارہ کیا چیز ہے۔ اس کے لئے تو وہ کھلونے کی مانند ایک چمکدار چیز ہے۔ وہ اسے اٹھانے کے لئے اپنا

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہاتھ آگے بڑھائے گا۔ اگر آپ نہ روکیں گے تو وہ ہاتھ جلا بیٹھے گا۔ بس اس یقین کا نام ایمان ہے کہ آگ جلا دیتی ہے۔ اسی طرح جن کا ایمان دوزخ پر ہے وہ ایسے کام کیوں کریں گے جو دوزخ کی آگ میں لے جانے والے ہیں۔ اب جن کا ایمان نہیں ہے، وہ ہر کام کر لیتے ہیں، انہیں جنت و دوزخ کی پرواہ نہیں ہوتی، تو جزا وسزا پر ایمان ہونے یا نہ ہونے کا فرق یہ ہے۔ ان کا انجام وہی ہے جو کافروں اور منکرین کا انجام ہوتا ہے اور جو اس بچہ کا انجام ہوتا ہے جو انگارہ پر ہاتھ رکھ دیتا ہے اور اپنا ہاتھ جلا لیتا ہے۔ اس لئے فرمایا گیا ہے: ﴿اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾۔ ''مگر وہ جو ایمان لے آئے''۔

(۱) ایمان باللہ: بنیادی معاملہ عقیدۂ ایمان کا ہے۔ سب سے پہلے ایمان باللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان، یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات پر ایمان، اس کی ذات پر ایمان، اس کے اختیارات پر ایمان، اس کے حقوق پر ایمان، یہی دراصل توحید ہے اور یہی ایمان باللہ کے معنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان کا مطلب یہ ہے کہ اس کی ذات میں کوئی شریک نہیں۔ الٰہ واحد: اللہ ایک ہی ہے۔ اس کے ساتھ کسی اور کو الٰہ ماننا شرک ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی صفات پر ایمان لانا ضروری ہے جو توحید کی صفات کہلاتی ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جو صفات اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہیں وہ بندوں بلکہ کسی بھی مخلوق میں نہیں مانی جاسکتیں۔ حتیٰ کہ انبیاءِ کرام اور اولیاءِ کرام میں نہیں مانی جاسکتیں، جو اللہ کی صفات ہیں وہ اسی کے لئے خاص ہیں۔ مثلاً وہ حی و قیوم ہے، وہ زندہ رہنے والا ہے، ہمیشہ سے ہے، ہمیشہ رہے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جس میں کوئی شریک نہیں۔ باقی سب کے لئے فنا ہے، اس کے لئے فنا نہیں ہے (لم یزل، لا یزال)۔ اللہ تعالیٰ کی ایک اور صفت قرآن مجید میں عالم الغیب والشھادۃ بیان ہوئی ہے کہ وہ ظاہر اور پوشیدہ ہر ایک کی خبر رکھتا ہے جبکہ کسی دوسرے کو کچھ خبر نہیں کہ کل کیا ہونے والا ہے:

﴿وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا وَّمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ﴾ (سورۃ لقمان:۳۴) ''کسی جان کو معلوم نہیں کہ کل اس کے ساتھ کیا ہوگا اور اسے نہیں معلوم کہ اس کی موت کہاں آئے گی۔ بے شک اللہ تعالیٰ خبر رکھنے والا، جاننے والا ہے!''

حدیث میں آتا ہے کہ ایک شادی میں ایک لڑکی شعر پڑھ رہی تھی (چھوٹی بچیاں گیت گا رہی ہوں گی) رسول اکرم ﷺ بھی وہیں تشریف فرما تھے۔ بچی نے یہ مصرعہ پڑھا: فینا نبی یعلم ما فی غد ''ہمارے درمیان ایسا نبی ہے جو جانتا ہے کہ کل کیا ہوگا'' رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: ''خبردار! ایسا نہ کہو، یہ صرف اللہ تعالیٰ کی شان ہے!'' قرآن کریم میں ہے ﴿اِنَّمَا الْغَیْبُ لِلّٰهِ﴾ (سورۃ یونس:۲۰) ''غیب کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے!'' وہ کھلے اور چھپے کا جاننے والا ہے، وہی قادرِ مطلق ہے۔ رحمٰن، رحیم اور مالک ہے۔ یہ اور اس طرح کی دیگر صفات اللہ تعالیٰ کی خاص صفات ہیں اور اس میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہوسکتا۔

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



(۲) ایمان بالرسول: اللہ تعالیٰ کے تمام بندوں میں محمد رسول اللہ ﷺ کی شان سب سے اونچی ہے۔ آپؐ سب سے افضل اور سب سے اعلیٰ ہیں۔ کوئی کتنا ہی متقی، نیک، زاہد، عابد اور صوم وصلوٰۃ کا پابند ہو۔ کوئی کتنی ہی عبادت کرلے، ریاضت کرلے، نبی اکرم ﷺ کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ لیکن جو صفات خاص اللہ تعالیٰ کی ہیں وہ رسول اکرم ﷺ میں، کسی نبی اور ولی میں نہیں پائی جاسکتیں۔

اللہ کی صفات مخلوق کی صفات سے مشابہ نہیں: مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ بخشنے والا اور معاف کرنے والا ہے، وہ 'رحمٰن' و 'رحیم' ہے، اس کی رحمت بے پایاں ہے۔ جبکہ 'رحیم' کا لفظ رسول اکرم ﷺ کے لئے بھی آیا ہے لیکن یہ رحمت اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ اور اس کی مخلوق ہے۔ جبکہ اللہ کی رحمت لامحدود ہے اور رسول اکرم ﷺ کی رحمت محدود ہے، اس لئے اصل رحمت کی صفت اللہ کی ہے۔

توحید کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ جو بندوں کی صفات اور ان کی کمزوریاں ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت نہ کی جائیں۔ اگر آپ نے یہ ثابت کردیا تو یہی شرک ہوگا۔ مثلاً باپ، بیٹا، شوہر یا بیوی ہونا انسانوں کی صفات ہیں۔ ایسا مخلوق میں ہی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے: ﴿لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ﴾ ''نہ وہ کسی کا بیٹا ہے، نہ کسی کا باپ ہے، نہ کوئی اس کا ہمسر ہے، وہ سب سے بالاتر ہے (نہ اس کی بیوی ہے، نہ اس کے بچے ہیں!)''

معلوم ہوا کہ بندوں کی صفات اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کرنا اصل توحید کے خلاف ہے۔ اسی طرح خاص اللہ تعالیٰ کی صفات کو بندوں کے لئے ماننا، خواہ وہ کتنے ہی اونچے درجہ کے انسان ہوں، یہ بھی توحید کے خلاف ہے۔ تو پہلا ایمان 'ایمان باللہ' ہے یعنی اس کی ذات پر ایمان، اس کی صفات پر ایمان، اس کے اختیارات پر ایمان، اس کے حقوق پر ایمان کہ اللہ تعالیٰ کامل ہے، وہ رحیم وخالق اور قادرِ مطلق ہے۔

رسولِ اکرم ﷺ قیامت کے دن شفاعت کریں گے۔ حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن لوگ پریشان ہوں گے، اُمتیں پریشان ہوں گی، امتِ محمدیہ بھی پریشان ہوگی۔ اس پریشانی کے عالم میں لوگ مختلف انبیاءِ کرام کے پاس جائیں گے۔ حضرت آدمؑ، نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ، سب کے پاس جائیں گے۔ سب یہی کہیں گے کہ ہم کچھ نہیں کرسکتے۔ تو سب کے سب رسولِ اکرم ﷺ کے پاس آئیں گے، اور کہیں گے کہ آپ ہماری شفاعت کیجئے تو آپؐ فرمائیں گے: اُمّتی، اُمّتی! ہاں میں سفارش کروں گا۔ حدیث میں رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد موجود ہے کہ میں اپنے ربّ کے سامنے سجدہ میں گر جاؤں گا اور طویل سجدہ کروں گا۔ اپنی اُمت کو بخشوانے کے لئے اپنے ربّ سے التجائیں کروں گا، گنہگاروں کو بخشوانے کے لئے ان کی شفاعت کی دعائیں کروں گا، تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: "يَا مُحَمَّد اِرْفَعْ رَأْسَكَ سَلْ تُعْطَ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ" ''یا محمدؐ! اپنا سر اٹھایئے اور مانگئے، آپ کو دیا جائے گا۔ اور شفاعت کیجئے، آپؐ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔'' یہی توحید ہے، ایسا نہیں کہ اللہ تعالیٰ کچھ فرما رہے ہیں، اور رسول اللہ کچھ کہہ

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



رہے ہوں، اور رسول اللہ کا ارشاد اللہ تعالیٰ کے حکم پر غالب آ جائے اور اللہ کو وہی کرنا پڑے جو رسول اللہ کی مرضی ہو۔ یہ نہیں ہوسکتا بلکہ اللہ کا حکم ہر حال میں غالب رہے گا۔ قرآن مجید میں آتا ہے: ﴿وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى﴾ (سورۃ الانبیاء:۲۸) ''نہیں شفاعت کریں گے مگر ان کے لئے جنہیں اللہ نے پسند کرلیا ہے، اور اس کی اجازت کے بغیر کوئی شخص بھی شفاعت نہیں کرسکے گا'' یہ وہ حقیقت ہے جو قرآن مجید میں بیان ہوئی ہے۔ اگر قرآن کو اس طرح سمجھا جائے تو اصل توحید نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔

اللہ پر ایمان لانے کے بعد ایمان کا دوسرا درجہ رسول اکرم ﷺ پر ایمان لانا ہے۔ ہمیں قرآن مجید رسول اکرم ﷺ کے ذریعہ ملا ہے، کیونکہ آپؐ نے یہ بتایا کہ یہ قرآن اللہ کی کتاب ہے۔ جب تک ہم آپؐ کو سچا نہیں مانیں گے اور آپؐ کی رسالت اور نبوت پر ایمان نہیں لائیں گے، ہماری نجات نہیں ہوسکتی۔ کوئی شخص کتنا ہی اللہ پر ایمان لے آئے، لیکن اگر وہ رسولِ اکرم ﷺ کی رسالت پر، آپؐ کے پیغمبر ہونے پر، آپ کے سچے نبی ہونے پر ایمان نہیں لاتا تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی نجات نہیں ہوسکتی۔ اسے کیسے خبر ہوئی کہ قرآن اللہ کی کتاب ہے۔ یہ تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا، تب ہی معلوم ہوا، اور آپؐ کو رسول کیسے مانا؟ اس لئے کہ آپؐ سچے اور امین تھے۔ مشرکوں، کافروں اور دشمنوں نے بھی اس کی گواہی دی۔ جب آپؐ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تو کسی نے یہ نہیں کہا کہ آپؐ جھوٹے ہیں، کافروں نے بھی یہ نہیں کہا کہ آپ جھوٹے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آپؐ صادق اور امین ہیں:

﴿فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ (سورۃ یونس:۱۶)

''میں نے تمہارے اندر ایک لمبی مدت گزاری ہے، پھر کیا تم عقل نہیں رکھتے!''

کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ چالیس برس تک اس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا، خیانت اور بے ایمانی نہیں کی اور چالیس برس ہونے کے بعد ہی جب کہ انسان زیادہ سنجیدہ ہوجاتا ہے، اس میں اتنی جرأت آ گئی کہ وہ اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے، یہ کیسے ممکن ہے؟ رسول اکرم ﷺ نے بطورِ دلیل اپنی پچھلی زندگی پیش کی کہ میں نے تم میں ایک لمبی مدت گزاری ہے۔ پھر تم کیسی باتیں کرتے ہو؟ کیا تم میں عقل نہیں ہے؟ رسولِ اکرم ﷺ پر ایمان لانا اور آپؐ کی وہ صفات جو قرآنِ مجید اور صحیح احادیث میں بیان ہوئی ہیں کہ آپ مبشر ومنذر ہیں، آپؐ نذیر اور سراجِ منیر (روشن چراغ، روشن آفتاب) ہیں۔ ان تمام صفات پر ایمان لانا بھی ایمان کی ایک شاخ اور اس کا اہم حصہ ہے۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا، خواہ وہ بروزی ہو، خواہ مستقل ہو، خواہ غیر مستقل۔ حضورؐ کی صفت خاتم النّبیین قرآن مجید میں اس طرح بیان ہوئی ہے: ﴿مَاكَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾ (سورۃ الاحزاب:۴۰) ''محمدؐ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور خاتم النّبیین ہیں''۔ یعنی تمام نبیوں کو ختم کرنے والے ہیں، آپ نے تمام نبیوں کی آمد پر مہر لگا دی۔ اب آپ کے بعد

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یہ سلسلہ ختم ہوگیا، قیامت تک اب آپ ؐ کی نبوت چلے گی۔ اب کوئی نبی نہیں آ سکتا جو آپ ؐ کی نبوت کو ختم کردے یا اپنی طرف سے کچھ اضافہ کرے یا آپ کا ظل اور بروزی بن کر اپنا کاروبار چمکائے۔

(۳) ایمان بالآخرت: ایمان باللہ اور ایمان بالرسالہ کے بعد تیسرا ایمان بالآخرت ہے۔ آخرت پر ایمان کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں اگر ہم اچھے کام کریں گے تو اس کا بدلہ آخرت میں اچھا ملے گا، اور اگر یہاں برے کام کریں گے تو آخر میں برے بدلے سے ہمکنار ہوں گے۔ ایمان بالآخرت کے بغیر ہماری دنیا نہیں سنور سکتی۔ ایمان لانے سے جنت تو ملے گی، لیکن اگر لوگ آخرت پر صحیح معنوں میں ایمان لے آئیں تو دنیا بھی ملے گی۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر فاروقؓ رات کو گھوم رہے تھے۔ یہ آپؓ کی عادت تھی کہ آپ خلافت کی ذمہ داریوں کی وجہ سے بے چین رہتے تھے۔ راتوں کو گھوم کر رعایا کو دیکھتے کہ کوئی بھوکا تو نہیں سو رہا، کوئی یتیم تو نہیں رو رہا، کوئی بیوہ تو بے چین و بے قرار نہیں ہے۔ اپنا خادم ساتھ لیتے اور رات کو شہر کا گشت لگاتے تھے۔ چنانچہ اس رات گھومتے گھومتے ایک گھر کے پاس سے گذرے۔ صبح کا وقت قریب تھا، اذان ہونے والی تھی، ایک بڑھیا اپنی بیٹی سے کہہ رہی تھی: بیٹی دودھ میں پانی ملا دو تاکہ زیادہ فائدہ ہو سکے۔ بیٹی سمجھدار تھی، اس نے کہا کہ خلیفہ کا حکم ہے، میں تو نہیں ملاتی۔ بڑھیا نے کہا کہ کون سا عمرؓ دیکھ رہا ہے، ملا دے نا! کیونکہ حضرت عمر فاروقؓ کا بڑا رعب داب تھا اور پھر ان کے پاس کوڑا اور دُرّہ تھا۔ لڑکی نے جواب دیا: ہاں عمرؓ تو نہیں دیکھ رہا مگر عمرؓ کا اللہ تو دیکھ رہا ہے، وہ عالم الغیب، احکم الحاکمین اور ربّ العالمین دیکھ رہا ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ کو لڑکی کا یہ جواب بہت پسند آیا۔ آپ نے اپنے خادم سے کہا کہ اس گھر پر نشان لگا دو، کل ہم اس گھر میں اپنے لڑکے کے لئے رشتے کا پیغام بھجوائیں گے۔ تو یہ تھی لڑکی جو حضرت عمر فاروقؓ کی بہو بنیں اور حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کی نانی ہوئیں۔ اس زمانہ میں لڑکی کے انتخاب کا معیار یہ تھا، آج معیار بدل چکے ہیں۔ بہرحال ایمان بالآخرۃ آپ کے لئے اس دنیا میں خالص دودھ اور گھی ملنے کا ذریعہ بن جا سکتا ہے۔

اگر گھی دودھ اور مصالحے وغیرہ بیچنے والے آخرت پر ایمان رکھتے ہوں تو ملاوٹ اور بے ایمانی ختم ہوجائے، ہر چیز خالص ملنے لگے، رشوت کا بازار ختم ہو۔ رشوت یہاں لوگ دیتے بھی ہیں اور کھاتے بھی، اس لئے کہ آخرت پر ایمان نہیں ہے، ایمان بالغیب نہیں ہیبلکہ صرف ایمان بالشہود ہے۔ ایمان بالشہود کے معنی ہیں جو چیز سامنے نظر آ رہی ہے، صرف اسی پر ایمان لاؤ۔ اگر کوئی شخص ہزار روپے رشوت دے رہا ہو تو یہ سامنے کی چیز ہے، لے لی جائے گی، آخرت کی خبر اللہ جانے، جب آئے گی تو دیکھا جائے گا۔ جہنم کا عذاب اور آگ کے شعلے تو دور کی باتیں ہیں، اس وقت تو ہزار روپے مل رہے ہیں، انہیں لے کر مزے کرو۔ لیکن اگر آخرت پر ایمان ہو تو یہ نہیں ہوسکتا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "لعن الله الراشي

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



والمرتشی والرائش" ''لعنت ہے راشی پر یعنی رشوت دینے والے پر والمرتشی اور رشوت قبول کرنے والے پر اور جو ان دونوں کے درمیان دلالی کرتا ہے!'' بڑے افسر خود تو رشوت نہیں لیتے، ان کے دلال اور ایجنٹ یہ سب کام کرا دیتے ہیں اور رشوت وصول کر کے افسر تک پہنچاتے ہیں۔ اس میں خود ان کا اپنا حصہ بھی ہوتا ہے۔ اب اگر آخرت پر ایمان ہے تو پھر یہ دھندے نہیں چل سکتے، یکلخت سب ختم ہوجائیں گے۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ یہودیوں کے پاس گئے تھے۔ یہودیوں کے ساتھ یہ معاہدہ ہو چکا تھا کہ باغ میں جو پھل آئیں گے اس کا نصف وہ رکھیں گے اور نصف حصہ مسلمانوں کا ہوگا۔ تو مسلمانوں کا نصف حصہ وصول کرنے کے لئے وہ صحابیؓ پہنچے۔ یہودیوں نے انہیں رشوت دینا چاہی کہ وہ مسلمانوں کا حصہ کم وصول کرلیں۔ مثلاً کھجوریں اگر حصہ میں ساٹھ من آتی تھیں تو کہا ہوگا کہ چالیس من لے جاؤ، بقیہ کے بدلے میں ہم سے کچھ رقم لے لو۔ آج کل کے لوگ ہوتے تو فوراً قبول کر لیتے۔ اپنا فائدہ دیکھتے، چاہے مسلمانوں کا بیت المال بالکل خالی ہوجائے۔ لیکن انہوں نے کہا کہ ایسا کبھی نہیں ہوسکتا۔ انہوں نے ساری کھجوروں کے برابر برابر دو حصے کردیئے اور یہودیوں سے کہا کہ ایک حصہ وہ لے لیں اور دوسرا حصہ انہوں نے بیت المال میں جمع کرا دیا۔ دل میں اگر خوفِ آخرت ہو تو کوئی طمع انسان کو راہِ راست سے نہیں ہٹا سکتی۔ دنیا میں اگر امن کا بول بالا ہوسکتا ہے، عدل وانصاف قائم ہوسکتا اور راحت حاصل ہوسکتی ہے تو اس کی ایک ہی شکل ہے کہ اللہ تعالیٰ پر اس کی صفات کے ساتھ ایمان، رسول اکرم ﷺ پر ایمان اور آخرت پر ایمان پختہ اور یقینی ہو۔ اگر یہ نہیں ہے تو پھر یہ دنیا جہنم ہے۔ چاہے آپ کتنے ہی مارشل لا لگا دیں، کتنے ہی کوڑے ماریں اور کچھ ہی کیوں نہ کرڈالیں۔ اگر دل میں ایمان نہیں اُترا تو لوگ حیلے نکال لیتے ہیں۔

اب مثلاً حکومت کی طرف سے پابندی ہے کہ شادی بیاہ میں بیس سے زائد آدمیوں کو کھانا نہ کھلایا جائے۔ لیکن کل میں ایک شادی کی تقریب میں شریک ہوا تو وہاں تقریباً پانچ سو آدمیوں کو کھانا کھلایا جارہا تھا۔ حیلہ یہ کیا گیا کہ ولیمہ کی جگہ عقیقہ کا نام دے دیا، دراصل تو ولیمہ تھا لیکن ظاہر عقیقہ کیا گیا۔ اس لئے کہ ولیمہ میں افراد پر پابندی ہے جبکہ عقیقہ میں نہیں۔ ایمان دل میں نہ ہو تو قانون کی پابندی سے بچنے کے لئے سینکڑوں حیلے تراش لئے جاتے ہیں۔ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں ایک بہت ہی نیک مجاہد فوجی تھا جس کے کپڑے پھٹے، پیوند لگے تھے اور کمبل بھی پرانا لپٹا ہوا تھا۔ اس کو کسریٰ کا تاج پڑا ملا، بہت ہی قیمتی موتی، ہیرے جواہرات سے مرصع۔ وہ اسے اپنے پھٹے پرانے کمبل میں لپیٹے رات کی تاریکی میں لے کر اپنے سپہ سالار کے پاس آیا اور کہا کہ یہ تاج مجھے پڑا ملا ہے، آپ وصول کرلیجئے اور مدینہ بھیج دیجئے، یہ

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مسلمانوں کا حق ہے، بیت المال میں جمع کرا دیجئے۔ اگر وہ چاہتا تو تاج کی کسی کو خبر نہ دیتا، پورا تاج ہضم کر جاتا یا اس میں سے کچھ قیمتی موتی چرا لیتا لیکن جیسا اس کو ملا تھا، ویسا ہی اس نے حوالے کر دیا اور کمال یہ ہے کہ رات کی تاریکی میں کمبل میں چھپا کر خاموشی سے لے گیا۔ وہ اس لئے کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ بڑا ایماندار ہے۔

ہم لوگوں کا حال یہ ہے کہ اگر ذرا سا سماجی کام کر دیں تو اتنی رقم اس کام میں خرچ نہ کریں گے جتنی اس کام کی نمائش میں اور تشہیر میں اڑا دیں گے۔ غریبوں کی مدد کرنے یا سیلاب زدگان کو کوئی عطیہ دینے جا رہے ہوں تو فوٹو گرافروں کو ساتھ لے جائیں گے۔ ذرا سا نیکی کا اگر کوئی کام کیا تو اس کی شہرت ہوگئی۔ اخبار میں خبر شائع ہوگئی، کسی غریب کو کوئی عطیہ دیتے ہوئے فوٹو شائع ہوگیا کہ یہ ہیں وہ صاحب جنہوں نے حاتم طائی کی قبر پر لات ماری ہے۔ وہ جو کسی نے کہا (غالباً حضرت عمر فاروقؓ نے کہا تھا) کہ ہمارے مجاہد تو بڑے امانتدار ہیں۔ انہیں کسریٰ کا تاج ملا اور فوراً سپہ سالار کے حوالے کر دیا تو جواب میں حضرت عمرؓ کے ساتھی ایک صحابی نے کہا کہ بات یہ ہے عمرؓ! تم امانتدار ہو تو یہ بھی امانتدار ہیں۔ تم دیکھتے ہو کہ یہ جائز ہے، وہ ناجائز ہے، یہ حلال ہے وہ حرام ہے، تو تمہاری رعایا بھی، تمہارے فوجی اور مجاہد بھی غلط کاموں سے بچے ہوئے ہیں اور جائز اور ناجائز، حلال وحرام کی تمیز روا رکھتے ہیں۔ جب ایسا ایمان ہوگا تو اس کا نتائج اور ثمرات بھی ویسے ہی ہوں گے۔

## نبی کریم ﷺ کے حقوق

﴿وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''اس کا پھل نیک عمل ہیں۔'' یہ ناممکن ہے کہ دل ایمان سے لبریز ہو، اور اس دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کا خوف رچا بسا ہو اور ساتھ رسول اللہ کی محبت بھی دل میں جاگزین ہو اور پھر عمل صالح دل میں نہ ہو۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آدمی جھوٹ بھی بولتا رہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی محبت کا دعویٰ بھی کرے۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسے کسی کا بوڑھا باپ بیمار ہو، بیٹا کہتا ہے: ابا جان! مجھے آپ سے محبت ہے جو بڑی شدید ہے، میں آپ کی محبت میں مرا جا رہا ہوں، آپ کی بیماری دیکھ دیکھ کر مجھے بڑی تکلیف ہو رہی ہے، کاش! آپ کی جگہ میں مرجاؤں اور آپ زندہ رہیں۔ آپ میرے بڑے محسن ہیں، بہت کرم فرما ہیں، منہ پر بے حد تعریف کرتا ہے۔ باپ کہتا ہے: بیٹے! میں اس وقت شدید تکلیف میں ہوں، تم ڈاکٹر کے پاس جا کر میرے لئے دوا لے آؤ، بیٹا کہتا کہ تھوڑی دیر کے لئے صبر کیجئے، ایک بڑی شاندار فلم آ رہی ہے، میں ذرا اسے دیکھ لوں اس کے بعد دوا لے آؤں گا۔ چاہے اتنے عرصے میں باپ قبرستان پہنچ جائے۔ تو ایسی ہی ہماری محبت کا حال ہے۔ ہم زبان سے کہتے تو ہیں کہ ہمیں

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اللہ اور اس کے رسولؐ سے بڑی محبت ہے۔ لیکن جب عمل کا وقت آتا ہے تو صاف طرح دے جاتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کا حال تو یہ تھا کہ نماز کے لئے بیماری کی حالت میں بھی مسجد آتے تھے اور جماعت سے نماز نہیں چھوڑتے تھے۔ دو آدمیوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر آپؐ کے قدم لکیر کھینچتے آتے تھے اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہم خراٹے لیتے رہتے ہیں اور اس وقت سو کر اٹھتے ہیں جب سورج طلوع ہو چکتا ہے اور پھر بھی کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور اس کے رسولؐ کے بڑے چاہنے والے اور محبّ ہیں۔

رسول اکرم ﷺ کا پہلا حق یہ ہے کہ آپؐ سے محبت ہونی چاہئے، آپؐ کی محبت دل میں گھر کر جائے۔ حدیث میں آتا ہے: لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ ''کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اس کے ماں باپ اور دنیا بھر کی مخلوق سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔''

آپؐ کا دوسرا حق یہ ہے کہ آپؐ کی محبت کے ساتھ ساتھ آپؐ کی عظمت اور بڑائی بھی تسلیم کی جائے۔ محبت تو انسان اولاد سے بھی کرتا ہے، بیوی سے بھی اور دوستوں سے بھی لیکن رسول اکرم ﷺ سے ایسی محبت ہونی چاہئے کہ جس کے ساتھ عظمت بھی ہو، بڑائی اور تعظیم بھی ہو، کیونکہ اگر تعظیم نہ ہو تو وہ محبت بیکار ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا تیسرا حق ہے: آپؐ کی اطاعت، آپؐ کا اتباع اور آپؐ کی سنت کی پیروی۔ آپ کہتے ہیں محبت تو بہت ہے لیکن اگر اطاعت نہیں ہو رہی تو یہ کیسی محبت ہے۔ زبان سے تو آپ محبت محبت بہت کہیں لیکن اصل چیز ہے آپؐ کے احکام اور اس شریعت کی اطاعت جسے آپؐ لے کر آئے ہیں۔ مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جسے آپؐ نے حلال ٹھہرایا ہے، اسے حلال سمجھا جائے جسے حرام قرار دیا ہے، اسے حرام سمجھا جائے۔ جسے آپؐ نے پسند یا ناپسند کیا ہے، وہی ہماری بھی پسند یا ناپسند ہو۔ جب تک ہم ایسا نہیں کریں گے، محبت کا دعویٰ غلط ہے۔ اب یہ ہے کہ اطاعت کیسے ہوگی اور محبت کس چیز کا نام ہے اور تعظیم کسے کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں فرمایا:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (سورۃ نساء:۶۵)

''قسم ہے تیرے ربّ کی یہ لوگ ہرگز مومن نہیں ہوسکتے، یہاں تک کہ آپؐ کو ان تمام معاملات میں حکم اور جج نہ بنائیں جن میں یہ جھگڑتے ہیں اور آپؐ کے فیصلے کو سن کر کوئی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ خوشی خوشی اس فیصلے کو مان جائیں۔''

مطلب یہ کہ آنکھیں بھی ٹھنڈی ہو جائیں اور دل بھی باغ باغ ہو جائے۔ اللہ اور اس کے رسولؐ

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کے فیصلے کے آگے سرِتسلیم خم کردیں، چاہے اس سے بظاہر کتنا ہی نقصان نظر آ رہا ہو، یہی ﴿اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ کا مطلب ہے۔ صٰلحٰت کے سلسلے میں ایک بات اور سمجھ لیجئے کہ الصلحت کے معنی ہیں خاص قسم کی نیکیاں۔ اس میں جو 'ال' کے معنی وہی ہیں جو انگریزی میں The کے ہوتے ہیں۔ The Book کے معنی خاص کتاب۔ الصلحت کے معنی ہیں خاص نیکیاں۔ وہ نیکیاں جنہیں اللہ اور اس کے رسولؐ نے نیکی قرار دیا ہے۔ کوئی مولوی صاحب، کوئی پیر صاحب یا کوئی حاکم کسی کام کو نیکی قرار دے دیں تو وہ نیکی نہیں بن سکتا، جب تک کہ اس کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کی شہادت موجود نہ ہو، اسی طرح کوئی اسمبلی کسی کام کو 'نیکی' قرار دے دے تو وہ اس وقت تک نیکی قرار نہیں دیا جاسکتا جب تک اللہ اور اس کے رسولؐ کی سند اس کے ساتھ نہ ہو۔ کتنی ہی باتیں مسلمانوں میں رائج ہیں جن کا کوئی ثبوت اللہ کی کتاب یا رسول اکرم ﷺ کی سنت اور احادیث سے نہیں ملتا۔ چنانچہ ان کا شمار صالحات میں نہیں ہوگا، چاہے انہیں کتنا ہی ثواب کی نیت سے کیا جائے۔ انسان کا عمل وہی قبول ہوگا جس میں اخلاص ہو، جو صرف اللہ کے لئے ہو، اور ساتھ ہی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق ہو۔

جب آپ ایمان بھی لے آئے، نیک عمل بھی آپ نے کئے تو 'ایمان' اور 'عمل صالح' دونوں نعمتیں آپ کو مل گئیں۔ اب یہ نعمت آپ کی ذات تک محدود نہ رہے بلکہ متعدی ہونی چاہئے۔ آپ کے گھر والوں کی طرف، آپ کے پڑوسیوں میں، آپ کے رشتہ داروں میں، آپ کے دوستوں میں، جہاں تک ہوسکے یہ متعدی ہو، جیسے بیماری متعدی ہوتی ہے، اسی طرح نیکی بھی متعدی ہوتی ہے۔ وہ آگے بڑھنی چاہئے۔ اگر ہم خود نیک ہوں، اور اولاد نیک نہیں ہے، وہ نماز نہیں پڑھتی۔ تو یہ نیکی متعدی کہاں ہوئی، یہ تو ایک جگہ پر ٹھہر گئی۔

﴿وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ﴾ ''وہ آپس میں حق کے ساتھ وصیت کرتے ہیں'' یعنی نیکی کو پھیلایا جائے..... لیکن نیکی کو پھیلنے سے قبل ہمیں اس کا شعور ہونا چاہئے کہ نیکی کیا ہے اور بدی کیا۔ پھر وصیتِ خیر کرتے وقت نرمی ہو، نصیحت لٹھ مارنہ ہو۔ بڑی نرمی اور محبت سے سمجھایا جائے اور جب آپ نے نیکی کو آگے پھیلانے کا کام کیا تو اب اگر کوئی مخالفت کرتا ہے، طعنہ دیتا ہے کہ بڑا ملا آ گیا ہے نصیحت کرنے کے لئے، تو ان کی باتوں پر صبر کرنا چاہئے: ﴿وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾ ''وہ آپس میں صبر کی تلقین کرتے ہیں''

یہ سورۃ العصر کی تفسیر ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ صحیح معنوں میں قرآن مجید کو سمجھیں اور سمجھائیں اور اس پر عمل کریں اور اپنے تمام انفرادی و اجتماعی کاموں میں اسی کو حکم (جج) بنائیں۔ ﴿وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾ کی تفسیر پوری تفصیل کے ساتھ نہیں پیش کی جاسکی۔ کسی دوسرے موقع پر پیش کی جائے گی۔ اِن شاء اللہ العزیز!!

أقول قولی هذا واستغفر الله لی ولکم ولسائر المسلمین والمسلمات وآخر دعوانا أن الحمد لله ربّ العلمین

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ